قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

منگل 25 اگست 2020ء | 06 محرم الحرام 1442 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:201

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عن أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه ، يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ : سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب فضل التسبیح حدیث نمبر 6682)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں وہ زبان پر ہلکے ہیں مگر تول میں وزنی ہیں اور وہ ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

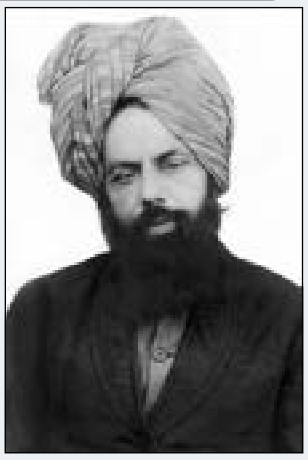

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حکم و عدل قرار دیا ہے آپؑ نے واقعہ کربلا کا اپنی تحریرات و اقوال میں رنجیدہ کیفیات و احساسات کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے۔ اپنے منظوم کلام میں آپ نے اپنے وجود کو آلِ رسول کے کوچہ پر نثار کرنے کو قابل فخر سمجھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

(درثمین فارسی صفحہ 89)

میری جان اور دل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال پر فدا ہے اور میری خاک آلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوچے پر نثار ہے۔

آپؑ نے حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما کے کردار کے حوالہ سے فیصلہ کن بیان فرمایا:

’’حضرت حسنؓ نے میری دانست میں بہت اچھا کام کیا کہ خلافت سے الگ ہو گئے۔ پہلے ہی ہزاروں خون ہو چکے تھے۔ انہوں نے پسند نہ کیا کہ اَور خون ہوں۔ اس لیے معاویہ سے گزارہ لے لیا۔ چونکہ حضرت حسنؓ کے اس فعل سے شیعہ پر زد ہوتی ہے اس لیے امام حسنؓ پر پورے راضی نہیں ہوئے۔ ہم تو دونوں کے ثناخواں ہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ ہر شخص کے جداجدا قویٰ معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت امام حسنؓ نے پسند نہ کیا کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی بڑھے اور خون ہوں۔ انہوں نے امن پسندی کو مدنظر رکھا اور حضرت امام حسینؓ نے پسند نہ کیا کہ فاسق فاجر کے ہاتھ پر بیعت کروں کیونکہ اس سے دین میں خرابی ہوتی ہے۔ دونوں کی نیت نیک تھی۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ‘‘

(ملفوظات۔ جلد 4 صفحہ 579تا580)

ارشادِ باری تعالیٰ

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ

(توبہ:36)

ترجمہ: یقیناً اللہ کے نزدیک، جب سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اللہ کی کتاب میں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہی ہے۔ اُن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہ ہے قائم رہنے والا دین۔ پس ان (مہینوں) کے دوران اپنی جانوں پر ظلم نہ کرنا۔ اور (دوسرے مہینوں میں) مشرکوں سے اکٹھے ہو کر لڑائی کرو جس طرح وہ تم سے اکٹھے لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔

فرمان خلیفۂ وقت

سردارانِ بہشت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’پس حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہیں، ہمیں صبر و استقامت کا سبق دے کر ہمیں جنت کے راستے دکھا دیے..... درود شریف پڑھنے کے لیے میں نے گزشتہ جمعہ میں بھی کہا تھا پہلے بھی کہتا رہتا ہوں کہ اس طرف بہت توجہ دیں.....(اللہ تعالیٰ) ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی آل میں شامل فرمائے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اصل مقام روحانی آل کا ہے۔ اگر جسمانی رشتہ بھی قائم رہے تو یہ تو ایک انعام ہے۔ لیکن اگر جسمانی آل تو ہو لیکن روحانی آل کا مقام حاصل کرنے کی یہ جسمانی آل اولاد کوشش نہ کرے تو کبھی اُن برکات سے فیضیاب نہیں ہو سکتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے منسلک ہونے سے اللہ تعالیٰ نے دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 23/ نومبر 2012ء)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- ایک عظیم قربانی (منظوم)
- تحقیق واقعاتِ کربلا
- محرم الحرام

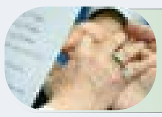

دربارِ خلافت

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

یہ الزام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہر روز لگتا ہے کہ آپ نے نعوذ باللہ دنیاوی خواہشات کی تکمیل اور اپنی بڑائی کے لئے جماعت کا قیام کیا ہے۔

بہرحال ہم جانتے ہیں کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی تجدید وتکمیل اشاعت کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا۔قرآن کریم کے علوم و معارف کا فہم وادراک آپ کے ذریعہ سے ہی ہمیں حاصل ہوا۔آپ نے ہر موقع پر قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائی۔ چنانچہ اس آیت قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ کو مختلف مواقع پر مختلف زاویوں اور معانی کے ساتھ آپ نے پیش فرمایا اور یہی وہ باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کا قرب دلا کر، اس کا پیارا بنا کر فتنہ وفساد کی حالت سے نکالنے والی بن سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے لئے اپنی بقا کو قائم رکھنے کے لئے، اپنے ملکوں میں امن قائم رکھنے کے لئے، اسلام کی شان و شوکت کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے کوئی اور راستہ نہیں۔ نیک نتائج اس وقت قائم ہوں گے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پیروی ہوگی ورنہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا نعرہ بھی کھوکھلا ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہ کا نعرہ بھی کھوکھلا ہے۔

اس وقت مَیں نے اس آیت کی تشریح میں بعض اقتباسات لئے ہیں جو آپ نے فرمائے۔

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’مسلمانوں میں اندرونی تفرقہ کا موجب بھی یہی حُبّ دنیا ہی ہوئی ہے۔ کیونکہ اگر محض اللہ تعالیٰ کی رضا مقدم ہوتی تو آسانی سے سمجھ میں آ سکتا تھا کہ فلاں فرقے کے اصول زیادہ صاف ہیں اور وہ انہیں قبول کر کے ایک ہو جاتے۔ اب جبکہ حُبّ ِ دنیا کی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہو رہی ہے تو ایسے لوگوں کو کیسے مسلمان کہا جا سکتا ہے جبکہ ان کا قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا تھا: قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ یعنی (کہو) اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا‘‘۔ آپ فرماتے ہیں کہ ’’اب اس حُبُّ اللہ کی بجائے اور اِتّباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے حُبُّ الدنیا کو مقدم کیا گیا ہے۔ کیا یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتّباع ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیادار تھے؟ کیا وہ (نعوذ باللہ) سود لیا کرتے تھے؟ یا فرائض اور احکامِ الٰہی کی بجا آوری میں غفلت کیا کرتے تھے؟ کیا آپ میں معاذ اللہ نفاق تھا، مداہنہ تھا؟ دنیا کو دین پر مقدم کرتے تھے؟ غور کرو! اِتّباع تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلو اور پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ کیسے کیسے فضل کرتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 348-349۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

لیکن آجکل عملی طور پر جو مسلمانوں کی حالت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی جو فعلی شہادت اس کے خلاف ہے وہ اس بات کی گواہ ہے کہ اُن کا یہ برا حال ہو رہا ہے۔ ملک ملک لڑ رہے ہیں۔ غیروں کے پاس جا کر ہم مسلمان ممالک

بقیہ صفحہ 7 پر

آج کی دعا

سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

(تذکرہ صفحہ 25 ایڈیشن چہارم 2004ء مطبوعہ ربوہ)

ترجمہ: پاک ہے اللہ اپنی حمد کے ساتھ۔ پاک ہے اللہ جو بہت عظیم ہے۔ اے اللہ رحمتیں بھیج، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل پر۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا

ایسے کلمات جو زبان سے کہنے پہ بہت ہلکے ہیں لیکن ان کا وزن ان کے لحاظ سے بہت بھاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کو کھینچنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں اور یہ وہی ہیں کہ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡم ۔حضرت مسیح موعود کی جو ایک الہامی دعا ہے وہ بھی ہے، ’’سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔‘‘ (تذکرہ صفحہ 25 ایڈیشن چہارم 2004ء مطبوعہ ربوہ)

جس میں درود بھی آ جاتا ہے۔ تو بہرحال یہ تو ہم پڑھتے ہیں اور اس کو پڑھتے رہنا چاہئے۔ مَیں نے جوبلی کی دعاؤں میں جو شامل کروائی تھیں اس میں ایک دُرود یہ بھی تھا۔ اس کو بند نہیں ہونا چاہئے، ہمیشہ جاری رہنا چاہئے کیونکہ درود شریف اور یہ جو دعا ہے، اللہ تعالیٰ کی جو تحمید اور تسبیح ہے یہ دل کی پاکیزگی کے لئے بہت ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کے لئے بہت ضروری ہے۔ (خطبہ جمعہ 29/ جنوری 2010ء)

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

ایک عظیم قربانی

حسین ابنِ علیؓ تیری عظمتوں کو سلام
یزیدیت کے مقابل پہ جراٗتوں کو سلام
قیامِ حق کے لئے ایک عظیم قربانی
ترے عمل کی بلندی و وسعتوں کو سلام
شبیہ سرور (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کونین پیکر اوصاف
ترے جمال ترے صبر ، قناعتوں کو سلام
زمیں پہ سجدہ ترا عرش پر شمار ہوا
تری جبین مقدس کی رفعتوں کو سلام
ترے لہو نے کیا کربلا کو ارضِ حرم
ہر ایک ذرے میں مستور جنتوں کو سلام
تری یہ جنگ عداوت نہ تھی محبت تھی
نبی کے دین سے تیری محبتوں کو سلام

(چوہدری شبیر احمد)

تحقیق واقعاتِ کربلا

(حضرت شیخ خادم حسین صاحب خادمؓ)

سیّدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلسہ سالانہ 1932ء میں اس مضمون اور حضرت شیخ خادم حسین صاحبؓ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

''دوسری کتاب تحقیق واقعات کربلا ہے جو ہمارے دوست اور میرے استاد منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی نے لکھی ہے اور بہت اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔ خادم صاحب کا طرز تحریر ایسا ہے کہ شیعہ کبھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے سخت لکھا۔ بلکہ اعتراف کرتے ہیں کہ ان کا کلام بہت نرم اور میٹھا ہوتا ہے وہ جو کچھ لکھتے ہیں احمدیت کی روشنی میں لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں''۔

(الفضل 3 جنوری 1933ء)

[''تحقیق واقعات کربلا'' کے عنوان سے یہ مضمون 1911ء کے تشحیذ الاذہان کی جلد نمبر 6 میں شائع ہوا تھا یہ حضرت شیخ خادم حسین صاحب خادمؓ کا تحریر فرمودہ ہے جو قارئین الفضل کے ازدیاد ایمان کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)]

ہر ایک واقعہ کے وقوع سے پیشتر اس کے کچھ نہ کچھ بواعث اور اسباب ہوتے ہیں اور جب تک کہ کسی واقعہ کے ابتدائی اسباب کا کافی علم نہ ہو بلا سوچے سمجھے اس واقعہ کے مخالف یا موافق رائے قائم کر لینا عقلمندی اور انصاف کے خلاف ہوتا ہے۔ واقعہ ہائلہ کربلا بھی ایک سچا اور تاریخی واقعہ ہے۔ اسکے افسوسناک وقوع سے پیشتر اس کے بھی کئی اسباب پیدا ہو چکے تھے جن کا معلوم کرنا نہایت ضروری ہے۔ بزرگان ملّت کی یہ رائے ہے کہ یہ ایک ملکی واقعہ ہے اور اس کو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ برخلاف اس کے شیعہ صاحبان کہتے ہیں کہ اسلام کی تکمیل ہی شہادت امام مظلوم علیہ السلام سے ہوئی۔ چنانچہ ان کا ایک شاعر کہتا ہے۔

دین است حسینؓ و دین پناہ است حسینؓ
شاہ ہست حسینؓ و پادشاہ ہست حسینؓ
سرداد و نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ دلیل لا الٰہ ہست حسینؓ

قبل اس کے کہ خاکسار اپنی رائے کا اظہار کرے بہتر ہو گا کہ اسباب واقعہ مذکورہ کو شیعہ کی کتابوں سے تلاش کیا جائے حسن اتفاق سے مجھے ایک ایسی کتاب مل گئی ہے جس کے مصنف کی بابت کہا گیا ہے کہ وہ خود معرکہ کربلا کے وقت زندہ تھا۔ اس کتاب کا نام مقتل ابو مخنّف ہے جو خود مصنف کے نام پر مشہور ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے ملک کے شیعہ صاحبان نے مرزا دبیر اور میرانیس کے مرثیوں کو آسمانی نوشتے سمجھ رکھا ہے اور جو ضعیف اور موضوع روایات ان بزرگوں نے نظم فرمائیں۔ ان کو اس قدر وقعت دے دی ہے کہ اب جو کوئی ان کے برخلاف لکھے خواہ ان کی اپنی کتابوں سے ہی استدلال کیا جائے معتبر و مستند نہیں مانتے۔ عوام کا تو کیا ذکر، ان کے علماء اور اہل قلم بھی اصل روایات کو ظاہر نہیں کرتے۔ خدا جانے اس اخفاء اور اغماض و تجاہل عارفانہ کا باعث کیا ہے؟

اول ابو مخنف کے متعلق جاننا ضروری ہے کہ کس پایہ کا وقائع نگار ہے مؤرخ ناسخ التواریخ فرماتے ہیں۔ ''و ابو مخنف خود دراں ہنگامہ حاضر و ناظر بود چہ ابو مخنف کنیت لوط بن یحیٰی است۔ و یحیٰی در شمار اصحاب امیرالمومنین علیہ السلام است''۔ دیکھو ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم صفحہ 133مطبوعہ ایران

قبل اس کے کہ اسباب شہادت کو ابو مخنف کے مقتل سے عرض کیا جاتا ہے۔ تھوڑا سا ذکر کوفہ اور اہل کوفہ کا ضروری ہے کیونکہ شہادت امام مظلوم کے باعث کوفی ہی ہوئے تھے۔

معزز ناظرین کو معلوم ہو کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں کوفہ اور بصرہ مسلمانوں کے لشکر گاہ تھے۔ اور دونوں شہر حضرت عمرؓ نے ہی آباد کئے تھے۔ پہلے تینوں خلفائے رسول ﷺ مدینۃ الرسول میں ہی اپنی اپنی نوبت پر خلافت کرتے رہے۔ برخلاف اس کے جناب علیؓ نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دارالخلافہ بنالیا۔ خدا جانے دراصل اس کی کیا وجہ تھی؟۔ مگر جیسا کہ واقعات سے پتہ چلتا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ کوفہ والوں کو اہل مصر کی طرح آنجناب کے ساتھ شہادت حضرت عثمانؓ سے پہلے کا قدرتی اُنس تھا۔ اور اس سابقہ تعلق نے ہی تقاضا کیا ہوگا کہ جناب علیؓ نے مدینہ کو چھوڑ دیا۔ اس وجہ سے اگر کوفہ کو شیعیان کی پہلی بستی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ حضرت علیؓ کو کوفیوں کی وفاداری اور شجاعت پر بھی شروع میں پورا بھروسہ تھا۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں جناب علیؓ کا ایک خط مندرج ہے جو بوقت جنگ جمل جو حضرت عائشہؓ کے ساتھ بصرہ میں ہوا۔ اور جناب علیؓ کو اپنا جرار لشکر تیار کرنے کی ضرورت درپیش آئی تو ان کوفیوں کو دعوت فرماتے ہوئے ان کو ''جبہۃ الانصار'' و ''سنام العرب'' کر کے خطاب فرمایا تھا جس کے معنی مددگاروں کی پیشانی اور عرب کی کوہان ہے۔ پیشانی کو جسم انسانی میں جو رتبہ اور شرف دیا گیا ہے وہ ظاہر ہے۔ گویا کوفیوں کو اپنے انصار و مددگاروں کا ماتھا فرمایا ہے۔ اور سنام کے معنی اونٹ کی کوہان کے ہیں جو تمام جسم شُتر میں بلند تر مقام ہے گویا کوفی تمام اقوام عرب میں یا ملک عرب میں اس طرح معلوم دار اور رفیع المنزلت ہیں جیسے اونٹ کی کوہان ہوتی ہے۔ اصل عبارت خط مذکورہ کی یوں شروع ہوتی ہے: من کتاب لہ علیہ السلام لاھل الکوفہ عنہ مسیّرہ من المدینۃ الی البصرہ من عبداللہ علی امیر المومنین الیٰ اھل الکوفۃ جبھۃ الانصار و سنام العرب۔ الخ دیکھو نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت کتاب مراسلات صفحہ 3۔ 2

لیکن افسوس ہے کہ آنجناب کا یہ حسن ظن کوفیوں کے متعلق زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہا۔ کیونکہ لشکر شام کے ساتھ معرکے ہوئے تو یہ لوگ پرلے درجہ کے بزدل اور بدعہد ثابت ہوئے۔ ان کمبختوں نے حضرت علیؓ کا ناک میں دم کر دیا۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں دوسرے موقعہ پر انہی کوفیوں کے حق میں آنجناب فرماتے ہیں: کہ واللہ! میں پسند کرتا ہوں کہ معاویہؓ اپنے لشکریوں کے عوض میں تم کو مجھ سے درہم و دینار کے تناسب سے بدلا لے۔ یعنی وہ اپنا ایک آدمی مجھ کو دے اور دس آدمی تمہارے مجھ سے لے لے۔ اصل عربی عبارت یوں ہے: لوددت واللہ ان معاویۃ صارفنی بکم صرف الدینار بالدرھم فاخذ منی عشرۃ منکم و اعطانی رجلاً منھم یا اھل الکوفۃ۔ الخ دیکھو نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت صفحہ 92

انہی شیعیان کوفہ نے جناب علیؓ کو مجبور کیا کہ امیر معاویہ کے ساتھ ثالثوں کے ذریعے سے فیصلہ کر لیں تو بہتر ہے۔ ہم سے تو لشکر شام سے جنگ اور جدل کی زحمت برداشت نہیں کی جاسکتی۔ اگر ہماری بات نہ مانئے گا تو ہم آپ کی بیعت کو توڑ دیں گے۔ جس پر جناب علیؓ نے طوعاً و کرہاً ثالثی کو منظور فرمایا۔ لیکن ان کے منظور فرماتے ہی بہت سے شیعہ ان کی بیعت سے خارج ہو گئے اور اسی واسطے خارجی کہلائے۔ ان کمبختوں نے انار کسٹوں کی طرح آپس میں یہ سمجھوتہ کیا کہ جناب علیؓ اور امیر معاویہ دونوں کو قتل کر دو۔ تاکہ آئے دن کے ملکی تنازعوں کی وجہ سے جو کُشت و خون کے دریا بہائے جاتے ہیں ان سے عام مسلمانوں کو امان ملے۔ چنانچہ جناب علیؓ اسی خارجی گروہ کے ایک بیباک ممبر عبدالرحمٰن ابن ملجم نامی کے بے رحم ہاتھ کی ضرب سے ایسے مجروح ہوئے کہ جانبر نہ ہو سکے۔

آپ کی شہادت کے بعد جناب امام حسن علیہ السلام خلیفہ ہوئے پولیٹیکل تنازعے ہنوز ختم نہیں ہوئے تھے۔ اور امام حسنؓ کو ایسا ہی کوفیوں کی مدد سے لشکر شام کا مقابلہ بدستور جاری رکھنا پڑا۔ لیکن آپ کو ایک دو موقعوں پر جلدی ہی ثابت ہوگیا کہ کوفیوں کے بھروسہ پر اجرائے جنگ و جدل بے سود اور مزید برآں مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا موجب ہے۔ اس واسطے آپ نے امیر معاویہ سے بغیر صلح وصفائی کے چارہ نہ دیکھا۔ آپ نے امر خلافت امیر معاویہ کو سونپ دیا۔ اور اپنے اور اپنے متعلقین کے گزارہ کے موافق سالانہ تنخواہ منظور فرمالی۔ یہ معاملہ محض زبانی طے نہیں کیا گیا بلکہ مستقل طور پر ایک عہد نامہ لکھا گیا۔ جس میں کئی ایک ایسے شرائط قلمبند کئے گئے جن کی پوری کیفیت بہت قلیل ہوا خواہوں کو بتلائی گئی اور جن کا مفہوم کچھ ایسا وسیع تھا جس سے خاندان نبوت کو دوبارہ حق خلافت کے لئے دعوٰی کرنے کی بمشکل گنجائش نکل سکتی تھی۔ لیکن جو کچھ مالک الملک کی مشیت میں تھا وہ عمل میں آ گیا۔

تاہم جب کوفیوں پر امام حسنؓ نے امیر معاویہ کے ساتھ صلح کر لینے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو وہ سخت برہم ہوئے اور اس ارادہ کو امام کی بزدلی پر محمول کیا۔ پھر کیا تھا ان کمبختوں نے امام عالی مقام کی ایسی بے ادبی کی کہ خدا کی پناہ۔ کسی نے کہا: السلام علیک یا عار المومنین، کسی نے کہا: السلام علیک یا ذل المومنین۔ ایک شیطان نے آپ کے پائے مبارک کے تلے سے جائے نماز کھینچ لی۔ ایک نے ران مبارک پر خنجر کا وار کیا۔ یہ سب غصہ وغضب اس لئے تھا کہ امیر معاویہ سے کیوں صلح کرنے کا ارادہ ہے اور ہم شیعوں مومنوں کو کیوں ذلیل کیا۔ ان سب واقعات کی تصدیق کے لئے دیکھو کتاب جلاء العیون ملاباقر مجلسی حالات امام حسنؓ۔ اس تمہید کو ذہن نشین کر لینے سے آئندہ واقعات کربلا اور اس کے اسباب پر حاوی ہونے کے لئے ناظرین کو آسانی ہوگی۔ اب میں بخوف طوالت مقتل ابو مخنف سے جو عربی میں ہے، خلاصۃً ترجمہ کرتا جاؤں گا۔

ابن جندب الازدی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ کہا اس نے: میں اور سلیمان بن صرد الخزاعی اور مسیّب بن نجیۃ وسعید بن عبداللہ الحنفی جناب حسنؓ بن علیؓ ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ انہوں نے علیکم السلام کہا۔ اور یہ اُس وقت کا ذکر ہے کہ جب کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان سے صلح فرمائی تھی اور آپ اس وقت کوفہ میں

مقیم تھے۔ پس سلیمان نے ابتداء کلام امام سے کی اور عرض کیا: اے فرزند دخترِ رسولِ خدا۔ ہم حیران ہیں کہ آپ نے معاویہ سے بیعت کر لی حالانکہ آپ کے ہمراہ اہل کوفہ سے چالیس ہزار جان نثار موجود تھے۔ جو سب تنخواہ خور ہیں اور ایسے ہی انکی اولاد سوائے مددگاراں بصرہ و حجاز کے۔ اور آپ نے اپنی ذات کے لئے کوئی پختہ شرط عہد نامہ میں نہ لکھوائی اور عطیہ میں بھی معقول حصہ نہیں لیا۔ اگر میں شامل ہوتا تو ایک نوشتہ لکھواتا اور مشرق و مغرب والوں کی شہادت اس پر کرواتا کہ امر خلافت کے بعد اس کے آپ ہی مستحق رہتے لیکن آپ یونہی اس بات پر راضی ہو گئے۔ اُس نے آپ کو تھوڑا دیا اور خود بہت کچھ لے لیا۔ اس کے جواب میں مام علیہ السلام نے فرمایا: کہ میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ ایک عہد کروں پھر اس کو توڑ دوں اور میں کوئی اقرار نہیں کرتا جس سے پھر پشیمان ہو کر رجوع کرلوں۔ اب جب خدا نے پھر ہم کو توفیق دی اور ہماری آرزوؤں کو پورا کیا تو میں ایسا کام نہیں کروں گا۔ لیکن تم ہمارے شیعہ ہو اور ہمارے مددگار اور ہمارے اہل مؤدت ہو (اصل عبارت: وانتم شیعتنا و انصارنا و اھل مؤدّتنا) اور علیٰ ھذا القیاس۔ اور وہ لوگ جو ہماری نصیحت کو سنیں اور ہماری خیر خواہی کریں اور ثابت قدمی دکھلائیں۔ اور اگر میں طالب دنیا و سلطنت ہوتا تو معاویہ مجھ سے شدت قوت و شجاعت میں زیادہ نہ تھا لیکن جو مصلحت مجھے مدنظر ہے اسکو تم نہیں جان سکتے۔ اور قسم ہے خدا کی کہ اس صلح سے مجھے سوائے تمہاری حفاظت، خون ریزی اور اصلاح حالت کے اور کوئی مقصود نہیں تھا۔ پس تم بھی راضی بقضاء اللہ ہو جاؤ اور اس کو تسلیم کرلو اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو اور قسم ہے کہ تم ہمارے شیعہ اور محب ہو۔ اور میں نے اپنے والد بزرگوار امیر المومنین علیؑ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ: فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ جو کوئی جس قوم سے محبت رکھتا ہے قیامت کے دن وہ اسی قوم کے ساتھ محشور ہوگا۔ اور تم ہمارے ساتھ ہو اور ہمارے زمرہ میں ہو۔ تم ہم سے جدا نہ ہونا، ہم تم سے جدا نہ ہوں گے۔

پھر سلیمان بن صرد نے کہا کہ: امام حسنؑ سے فارغ ہو کر ہم ان کے بھائی امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ اپنے نوکروں کو حکم دے رہے تھے کہ کوفہ سے مدینہ کی طرف کوچ کریں۔ امام حسین ہماری طرف تشریف لائے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے اور ہم کو سلام کہا اور ہم نے بھی سلام کا جواب عرض کیا۔ امام حسینؑ نے ہمارے چہروں پر رنج و غم کے آثار ملاحظہ فرمائے اور پہلے ابتداءً کلام فرمائی اور کہا کہ، خدا کا شکر ہے جس کے کہ وہ لائق ہے۔ خدا کے کام اور خدا کی مشیّت جس طرح مقرر تھی پوری ہوگئی۔ خدا کی قسم اگر تمام جن و انس اکٹھے ہو کر مشیت ایزدی کو روکنا چاہیں تو وہ نہیں روک سکتے۔ خدا کی قسم ہے کہ مجھ کو موت آجاتی جبکہ حسنؑ نے مجھ کو مجبور فرمادیا۔ اور مجھ سے حلف لے لی کہ میں ذرا انحراف نہ کروں اور نہ سکون سے حرکت کروں۔ پس میں نے بھی مان لیا اور یہ ایسا معاملہ ہوا ہے گویا کاٹنے والے نے چھری سے میری ناک کاٹ ڈالی ہے۔ یا آرہ سے میرے جسم کے ٹکڑے اڑائے گئے ہیں۔ پس میں نے مجبور ہو کر ان کی بات کو مان لیا۔ اصل عبارت: لقد کنت طیب النفس بالموت حتی عزم علی الحسن و ناشد نی اللہ ان لا انفذ امرا ولا احرك ساکنا فاطعتہ و کانّما یجذع جاذع انفی السکاکین او یشرح لحمی بالمناشیر فاطعتہ کرھاً۔ اور فرمایا ہے خدا تعالےٰ نے عسیٰ ان تکرھوا شیئا الخ یعنی کہ قریب ہے کہ جس چیز کو تم ناپسند کرو وہی تمہارے لئے بہتر ہو اور قریب ہے کہ جس چیز کو تم پسند کرتے ہو۔ وہی تمہارے لئے شر کا باعث ہو اور خدا جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

اب تو صلح ہوگئی۔ اور بیعت بھی ہوگئی تا کہ ہم منتظر رہیں۔ جب تک یہ شخص (معاویہ) زندہ ہے اور جب مر گیا تو ہم بھی دیکھیں گے اور تم بھی دیکھو گے (کہ کیا کرنا چاہئے)۔ پس ہم نے کہا: قسم ہے خدا کی اے ابا عبداللہ ہمیں کوئی رنج نہیں، مگر محض آپ کی خاطر تا کہ آپ اپنے حق سے محروم نہ ہوں اور ہم تو آپ کے مددگار اور ہوا خواہ ہیں۔ پس جب آپ ہم کو دعوت کریں گے ہم قبول کریں گے اور جب آپ حکم کریں گے ہم اطاعت کریں گے۔

پھر سلیمان کہتا ہے: امام حسنؑ اور امام حسین علیہم السلام دونوں نے کوفہ سے کوچ فرمایا۔ اور ہم بھی ساتھ تھے تا کہ ان سے وداع کریں اور مشایعت کریں۔ جب ہم دار الہند کے آگے نکل گئے تو امام حسینؑ نے کوفہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور آہ سرد بھری اور یہ شعر ارشاد فرمائے: ’’ہم نے خود سرد دِل ہو کر اپنے عزیزوں کے گھروں کو نہیں چھوڑا بلکہ خود وہ ہماری امداد سے دست بردار ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قضا مخلوق میں جاری ہے اور یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے‘‘۔ پھر کہا سلیمان نے کہ: سب سے پہلے جو شخص امام حسینؑ کو جا کر ملا اور ان کو جنگ و قتال کی ترغیب دی، حجر بن عدی تھا۔ اور جس دن وہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ: اور لوگ تیری طرح نہیں اور جس امر کو تم دوست رکھتے ہو وہ نہیں رکھتے۔

پھر کہا سلیمان نے کہ حجر بن عدی امام حسینؑ سے رخصت ہو کر چلے آئے۔ اس کے بعد جب امام حسنؑ فوت ہو گئے تو اہل کوفہ جمع ہوئے اور امام حسینؑ کی خدمت میں ان کے برادر مکرم کا تعزیت نامہ لکھا اور یہ اجتماع سلیمان بن جرو کے گھر میں ہوا تھا۔ پس انہوں نے اس تعزیت نامہ کو یوں لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم طرف حسین بن علی بن ابی طالب کے منجانب اُن کے شیعہ اور ان کے والد کے شیعوں کے اصل عبارت (الی الحسین بن علی بن ابی طالب من شیعاتہ و شیعۃ ابیہ) بعد حمد و نعت آن کہ ہم کو آپ کے بھائی حسن کے فوت ہو جانے کی خبر پہنچی۔ پس اُن پر خدا کی رحمت ہو اور آپ کو اس مصیبت کا اجر نیک عطا کرے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کو سخت صدمہ پہنچا ہے پس آپ صبر فرمائیں۔ ان ذلک من عزم الامور۔ اور آپ خدا کے فضل سے ان کے قائم مقام ہیں۔ اور جو بھی آپ کی پیروی کرے گا اور آپ کی ہدایت پر کاربند ہوگا اس کو خدا کامیاب کرے گا۔ اور ہم آپ کے شیعہ ہیں آپ کی مصیبت میں شریک ہیں اور آپ کے حزن سے محزون ہیں۔ اور آپ کی خوشنودی سے خوش ہیں اور آپ کے امر خلافت کے منتظر ہیں۔ اصل عبارت: ونحن شیعتك المصاب بمصیبتك المحزونون بحزنك المسرورون بسرورك المنتظرون لامرك۔ خدا آپ کا شرح صدر کرے اور آپ کی حالت کو بلند کرے اور آپ کے قدر کو رفع دے۔ اور آپ کے حق خلافت کو آپ کو دوبارہ دے دے (ورد علیك حقك) والسلام علیك ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پھر عام لوگوں میں یہ چرچا ہونے لگا کہ امیر معاویہ نے امام حسینؑ کے بارے میں کچھ انصاف نہیں کیا۔ پس امام حسینؑ کے پاس آمد و رفت شروع کر دی اور اس اقدام سے انقطاع نہیں کیا۔ پس اس کی خبر امیر معاویہ کو بھی پہنچ گئی پس انہوں نے امام حسینؑ کو ایک خط حسب ذیل لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے امابعد آنکہ مجھ کو آپ کی طرف سے چند امور اور اسباب کی اطلاع آئی ہے جن کو میں باطل خیال کرتا ہوں۔ اور اگر یہ باتیں سچی ہیں جیسا کہ میرا گمان ہے تو معلوم ہوا کہ آپ زیادہ سعید ہیں اور خدا کے عہد کو زیادہ ایفا کرنے والے ہیں۔ پس آپ مجھ کو مجبور نہ کریں کہ میں آپ سے قطع کروں۔ کیونکہ آپ میرے عزیز ہیں (فانک منّی) پس اگر آپ مجھ سے فریب کریں گے تو میں بھی فریب دوں گا۔ اگر آپ میری تکریم کریں تو میں بھی آپ کی تکریم کروں گا۔ اور اس امت میں آپ تفرقہ کے موجب نہ ہوں تحقیق آپ ان کو ابتلاء میں ڈالیں گے اور خود بھی مبتلا ہوں گے۔ پس آپ اپنے آپ میں اور اپنے دین میں نظر رکھیں۔ ولا یستخفنك السفھاء الذین لا یعلمون۔ والسلام علیك ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یعنی نادن لوگ آپ کو خفیف نہ کرنے پائیں جو کہ حقیقت حال سے واقف نہیں۔ والسلام

پھر کہا سلیمان نے کہ امام حسینؑ نے اس خط کے جواب میں یوں خط روانہ فرمایا، جس میں تحریر کیا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد مجھ کو تمہارا خط پہنچا۔ اور جو کچھ تم نے اس میں لکھا ہے، اس کے مدعا کو سمجھ لیا۔ اور معاذ اللہ جو میں اس عہد میں فرق لاؤں جو تمہارے ساتھ میرے بھائی حسنؑ نے کیا ہے۔ (اصل عبارت: و معاذ اللہ ان انقض عھدہ الیك اخی الحسن) حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے تم کو یہ اطلاع پہنچائی ہے وہ سُخن چِین، جھوٹے اور چغلخور اور قوم میں تفرقہ ڈالنے والے ہیں۔ اور خدا کی قسم وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ (فانما اوصلہ الیك الوشاۃ الملقون بالنمائم المفرقون بین الجماعات فانھم و اللہ یکذبون)۔ پس جب یہ خط امیر معاویہ کو پہنچا تو باز رہا اُن سے یعنی امام حسینؑ سے اور اُن کی صلہ رحمی میں خیانت نہ کی۔ اور اُن کے معاوضہ کو کبھی قطع نہ کیا اور سال بسال اُن کی خدمت میں ہزار ہزار دینار (اشرفی) روانہ کرتا تھا، سوائے ہر قسم کے تحائف اور ہدایہ کے۔ اصل عبارت: فلمّا وصل الکتاب الیٰ معویۃ امسك عنہ ولم یخنہ وصلہ لم یقطع ملتہ و کان یبعث الیہ فی کل سنۃ الف الف دینار سوی العروض و الھدایا من کل صنف۔ ترجمہ ختم ہوا۔ دیکھو مقتل ابو مخنّف مطبوعہ بمبئی فصل اوّل

کوائف مندرجہ بالا سے جو معتبر ترین کتب شیعہ سے اقتباس کئے گئے ہیں ناظرین پر واضح ہو گیا ہو گا کہ امر خلافت میں امام حسنؑ کے صلح کر لینے پر شیعیان کوفہ کو کس قدر اعتراض تھا۔ اور علاوہ اُن کے جناب امام حسینؑ کو کس قدر قلق تھا۔ اور ساتھ ہی یہ کہ بایں ہمہ امیر معاویہ کی حکمت سے آخر کار کس طرح امام حسینؑ اور ان کے درمیان صفائی ہو گئی۔ اور اس کے عوض میں امیر معاویہ کس طرح امام حسینؑ کی دلجوئی و خوشنودی خاطر کو مدنظر رکھتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ واقعات میں نے محض الزامی طور پر شیعوں کی توجہ کے لئے نہیں لکھے۔ بلکہ میرا یقین ہے کہ درحقیقت یہ سچے واقعات ہیں جو کہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتے ہیں اور ان سے بڑھ کر سچے واقعات بھی۔ اور ان کی تاویل ممکن نہیں کہ کسی اسلامی تاریخ سے دریافت ہو سکے۔

آمدیم برسر مطلب۔ امیر معاویہ کے دل میں جو تعظیم و تکریم امام حسینؑ کی بابت مرکوز تھی اس کی تائید اُن کی اس وصیت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے آخری وقت میں امر خلافت کے متعلق یزید کو فرمائی۔ اور جس کو خاکسار راقم اس ابو مخنف کی کتاب سے ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ جب امیر معاویہ سخت بیمار ہو گئے اور وفات کا وقت نزدیک آپہنچا۔ تو یزید موجود نہ تھا وہ اس وقت حمص کا حاکم تھا انہوں نے قلم دوات منگائی۔ اور یہ خط اس کو لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد حمد و نعت آنکہ اے میرے

بیٹے! میں تمہارے لئے وصیت لکھتا ہوں جب تک اس پر کاربند ہو گے، خیر پاؤ گے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں اہل شام کے بارے میں، کہ وہ تجھ سے ہیں اور تُو اُن سے ہے۔ ان میں سے جو کوئی تیرے پاس آئے اس کی خاطر کرنا۔ اور جو اور ہو، اس کے حال سے مطلع رہنا۔ جب کوئی دشمن تجھ پر حملہ آور ہو تو ان کو ہمراہ لینا۔ جب فتح نصیب ہو تو پھر ان کو اپنے مقاموں پر واپس بھیج دینا۔ اور جو کوئی اہل حجاز سے تیرے پاس آئے تو ان کے ساتھ نیکی کرنا۔ اے بیٹے اہل عراق (کوفی) کے معاملات میں متوجہ رہنا، اگر وہ خواہش کریں کہ ہر روز ان کے عامل کو معزول کرتے رہو تو ایسا ہی کرنا اور ایسا کرنا تیرے لئے آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ بادشاہ وقت پر امت بلوہ کرے۔ اے بیٹے! جان تو کہ میں نے تیرے لئے سب بلاد کو مطیع اور سب آدمیوں کو زیر دست کر دیا ہے اور اب میں تیرے لئے کسی سے خوف میں نہیں ہوں۔ مگر صرف چار اشخاص سے، وہ نہ تیری بیعت کریں گے اور نہ تجھ سے اس امر خلافت میں تنازعہ برپا کریں گے۔ پہلے عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہے، پس وہ دنیا دار ہے اس کو دنیا داری میں مبتلا رہنے دے اور چھوڑ دے اس کو اور اس کے ارادوں کو، نہ وہ تیرے موافق ہو گا نہ مخالف۔ دوسرے عبد اللہ بن عمر ہیں، وہ صاحب قرآۃ (قرآن خوان) اور صاحب محراب (عابد) ہیں۔ وہ دنیا سے کنارہ کش ہو گئے اور آخرت کے دھیان میں راغب ہیں۔ اور گمان نہیں کہ وہ اس امر میں تمہارے ساتھ تنازعہ کریں اور نہ اُن کا ارادہ ہو گا۔ تیسرے عبد اللہ بن زبیر ہیں، وہ تجھ سے لومڑی کی طرح فریب کریں گے اور شیر کی طرح تجھ پر حملہ کریں گے۔ پس اگر وہ تجھ سے آمادہ جنگ ہوں تو تُو بھی جنگ کرنا۔ اگر صلح کریں تو صلح رکھنا اگر وہ تجھ سے مشورہ کرنا چاہیں تو ان کے مشورہ کو قبول کرنا۔ اور چوتھے حسینؓ بن ابی طالب ہیں، پس یقین ہے کہ لوگ ان کو دعوت کریں گے۔ یہاں تک کہ تجھ پر خروج فرمائیں گے۔ پس اگر تو ان پر فتح پائے تو تُو ان کی قرابت کا لحاظ رکھنا، جو ان کو رسول اللہ ﷺ سے ہے۔ جان تُو اے بیٹے کہ اُن کے والد بزرگوار تیرے باپ سے اور انکی والدہ ماجدہ تیری ماں سے اور انکے جد امجد تیرے جد سے بہتر ہیں۔ اور واسطے انسان کے ہے جو کچھ اُس کے دل میں ہے اور یہ میری وصیت ہے تیرے لئے۔ والسلام۔ امام حسینؓ کے بارے میں اصل عربی عبارت یوں ہے: والرابع الحسینؓ بن علی ابن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیھما فان الناس یدعونہ حتی یخرجہ الیک فان ظفرت بہ فاحفظ قرابتہ من رسول اللہ و اعلم یا بنی ان اباہ خیر من ابیک و امہ خیر من امک وجدہ خیر من جدک وللمرء مایقلبہ وھذہ وصیتی الیک والسلام۔ بعد یہ خط بند کیا گیا اور ضحاک بن قیس الفہری کو دیا گیا کہ یزید کو پہنچا دے۔ (مقتل ابو مخنف صفحہ 5 مطبوعہ بمبئی)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب امیر معاویہ اور امام حسینؓ کے تعلقات اس حد تک دوستانہ و برادرانہ تھے تو واقعہ کربلا کی نوبت کیوں اور کب اور کس وقت آئی؟

اس کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ تا حین حیات امیر معاویہ تو معاملات ملکی کی صورت حسب دلخواہ رہی لیکن ان کے فوت ہو جانے کے ساتھ ہی وہ فتنہ خوابیدہ جاگ اٹھا جس کو بروقت صلح امام حسنؓ دبایا گیا تھا۔ امام حسینؓ کی ذات ملکوتی صفات پر ہم کو کسی حالت میں بدگمانی نہیں ہوسکتی کہ انہوں نے اپنے معزز و محترم بھائی کی تاکیدی وصیت صبر کے خلاف خلافت وسلطنت کے دوبارہ خاندان نبوت میں لانے کی ہوس کو دل میں پکایا ہو۔ لیکن برا ہو خانہ خراب کوفیوں کا جن کے پیٹ میں امیر معاویہ کی وفات کی خبر پاتے ہی حبّ جاہ و ریاست کے لئے چوہے کودنے لگے اور امام حسینؓ کو یزید کے برخلاف خروج کرنے کی پہلی تحریک ان کو ہی سوجھی۔ ادھر سے یزید نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی ان چاروں بزرگوں کے متعلق جن میں امام حسینؓ بھی داخل تھے عامل مدینہ کو لکھا کہ بیعت لی جائے۔ لیکن ان چاروں بزرگوں نے عامل مدینہ کو بیعت سے جواب دے دیا۔ پہلے دو بزرگ تو باوجود انکار بیعت، اول سے آخر تک مدینۃ الرسول میں اقامت گزیں رہے نہ کسی نے ان پر جبر کیا اور نہ وہ کسی کے دباؤ سے خائف ہوئے۔ لیکن پچھلے دونوں صاحب عبد اللہ بن زبیر اور حضرت امام حسینؓ، نہ معلوم اس سوال بیعت سے اس قدر گھبرائے کہ موقعہ پا کر مدینہ سے راتوں رات مکہ معظمہ کی طرف نکل آئے۔

کوفیوں نے جو سمجھوتہ امیر معاویہ کی زندگی میں امام حسینؓ سے کر رکھا تھا اور وقتاً فوقتاً اس کی یاد دہانی بھی امام کو کرتے رہتے تھے اس پر اب کاربند ہونے کے درپے ہو گئے۔ ان کو بوجہ دیرینہ ہوا خواہ رسالت مآب ہونے کے کسی حالت میں منظور نہ تھا کہ امیر معاویہ کی وفات کے بعد بھی عہد صلح امام حسنؓ کے بدستور پابند رہیں۔ ان کو یزید کی اطاعت سے اس قدر نفرت تھی جس قدر کہ انکو ائمہ اہل بیت کرام کے زیر سایہ دولت و ثروت کے مزے اڑانے کا خیال تھا۔ امام حسینؓ ابھی مکہ میں رونق افروز تھے کہ کوفیوں نے اسی سلیمان بن جرد کے گھر میں جمع ہو کر ایک جلسہ قائم کیا۔ اور یہ تحریک کی کہ اب فوراً امام حسینؓ کو طلب کرنا چاہئے کہ کوفہ میں تشریف لائیں اور اپنے دیرینہ دارالخلافت کو مشرف فرمائیں۔ وہ ہمارے امام اور ہم ان کے شیعہ۔ پھر یزید کا کیا اجارہ ہے کہ وہ خلیفہ وقت ہو اور ہم اس کی اطاعت میں بدستور جکڑے رہیں۔ بس پھر کیا تھا سب نے اتفاق رائے کیا، اس پر سلیمان بن جرد نے اٹھ کر ان کو خطاب کیا کہ دیکھو بھئی! تم امام حسینؓ اور ان کے والد بزرگوار کے شیعہ ہو، لازم ہے کہ اپنے اقرار پر اور عزم پر ثابت رہنا، ایسا نہ ہو کہ امام کو بُلا کر پھر اُن سے بے وفائی کرو۔ ناسخ التواریخ میں اس خطاب میں یہ عربی الفاظ ہیں: انتم شیعتہ و شیعۃ ابیہ (دیکھو صفحہ 130 جلاء العیون مجلسی اردو و صفحہ 430 ومہیج الاحزان صفحہ 48 مطبوعہ ایران)

مقتل ابو مخنف میں لکھا ہے کہ سلیمان نے کہا تھا کہ: نحن شیعتہ وا نصارہ یعنی ہم ان کے دشمنوں سے جنگ کریں گے اور اپنی جانوں کو ان کے آگے قربان کر دیں گے۔ ایشاں گفتند با دشمن او جنگ خواہیم کرد و جانہا را در برابر او فدا خواہیم نمود۔ (مہیج الاحزان صفحہ 48)

پس سب شیعوں نے مل کر امام کی خدمت میں عریضہ لکھا اور قاصد بھیجے اور پھر اور بے شمار خطوط اور قاصد روانہ کئے جن کی تعداد بارہ ہزار لکھی گئی ہے۔ شیعیان کوفہ کے اس پُرشوق اصرار نے امام حسینؓ پر بھی اثر کیا۔ آخر انہوں نے لکھ دیا کہ ہم عنقریب آتے ہیں۔ اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم کو کوفہ میں روانہ فرما دیا۔ وہاں بقول ناسخ التواریخ 80 ہزار کوفیوں نے انکی بیعت امام حسینؓ کے واسطے کر لی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ: بہ روایت ابو مخنف ہشتاد ہزار کس با مسلم بیعت کرد۔ (ناسخ صفحہ 133) امام حسینؓ نے شاید اس تعداد کو اپنی نصرت کے لئے کافی نہ خیال کیا تھا، کیونکہ سب کتابوں میں لکھا ہے کہ اہل بصرہ کے رؤسا کو بھی لکھا گیا کہ کوفہ چلنے کے لئے لشکر جرار بہم پہنچائیں۔ چنانچہ ایک رئیس بصرہ، یزید بن مسعود نہشلی نے وہاں تین قبائل بنو تمیم، بنی حنظلہ و بنی اسد کو خاص طور پر بلا کر نصرت امام کی ترغیب دی اور انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔ امام کو جب اس کی اطلاع ملی تو یزید بن مسعود کا شکریہ ادا کیا۔ اور دعا کی، مگر افسوس ہے کہ بصرہ کے لشکر، کربلا میں اس وقت پہنچے جبکہ امام مظلوم شہید ہو چکے تھے۔ مسلم کے وارد کوفہ ہونے اور کوفیوں کے آمادہ بغاوت ہونے کی خبر جب یزید کو پہنچی تو اس نے بھی سب سے پہلے عبید اللہ بن زیاد حاکم بصرہ کو کوفہ کا حاکم بنا کر انسداد فساد پر مقرر کر دیا۔ اس نے کوفہ میں پہنچتے ہی ایسا بندوبست کیا کہ سب کوفی بیعت امام سے منحرف ہو گئے۔ حضرت مسلم کو شہید کرا یا۔ اس وقت امام حسینؓ مکہ سے عازم کوفہ ہو چکے تھے اور کوفہ کے نزدیک آگئے تھے۔ زیاد نے پیش بندی کر کے حرّ شہید کو مقرر کیا کہ امام سے جہاں مڈبھیڑ ہو وہیں روک دو اور کوفہ میں نہ پہنچنے دو۔

حضرت امام حسینؓ جب اول دفعہ مدینہ سے عازم مکہ ہونے کو تھے تو جب مکہ معظمہ سے کوفہ کی طرف جانے لگے جب بھی سب عزیز و احباب مثل محمد بن حنفیہ بن علی اور عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم، آپ کو مدینہ چھوڑنے سے منع فرماتے رہے۔ خصوصاً کوفہ جانے سے تو بہت لوگوں نے منع کیا اور کوفیوں کی اس بے وفائی کو بھی جتلاتے رہے، جو وہ حضرت علیؓ اور حضرت امام حسنؓ سے کر چکے تھے۔ لیکن امام نے کسی کی نہ سنی اور کوفہ کو روانہ ہو ہی گئے۔ روانگی مکہ سے پہلے ایک خط حضرت مسلم کا بھی کوفہ سے آپ کو مل چکا تھا جس میں انہوں نے عرض حال کیا تھا کہ اسّی ہزار کوفیوں نے آپ کی بیعت میرے ہاتھ پر کی ہے۔ جس پر امامؑ کو تسلی ہوگئی تھی کہ صورت معاملہ حسب دلخواہ ہے۔

اور ایک خط آپ نے خود بھی مکہ سے روانہ ہو کر منزل قادسیہ کے متصل ایک مقام بطن زمہ سے کوفیوں کو بدیں مضمون تحریر فرمایا تھا۔ اما بعد بدرستیکہ خط مسلم بن عقیل کا میرے پاس پہنچا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ تم لوگوں نے میری نصرت اور دشمنوں سے میرا حق طلب کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ اپنا احسان مجھ پر تمام کرے اور تم کو تمہاری حُسن نیت و کردار پر بہترین جزائے ابرار عطا فرمائے۔ بدرستیکہ میں آٹھویں ماہ ذی حجہ روز سہ شنبہ کو مکہ سے باہر آیا اور تمہاری جانب آتا ہوں، جب میرا قاصد تم کو پہنچے کمر اطاعت مضبوط باندھو۔ اور اسباب کارزار آمادہ رکھو اور میری نصرت کے لئے مہیا رہو کہ میں اب بہت جلد تم تک پہنچتا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (بالفاظہ دیکھو جلاء العیون مجلسی اردو مطبوعہ لکھنؤ صفحہ 449)

ادھر حضرت مسلم جب کوفیوں کے نرغہ میں آگئے اور وقت شہادت نزدیک آپہنچا تو، اس وقت آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اس وصیت کو امام حسینؓ تک جلدی پہنچا دیا جائے کیونکہ وہ مکّہ سے روانہ ہونے والے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پہلے خط پر بھروسہ کر کے کوفہ آجائیں اور میری طرح معرض ہلاکت میں نہ پڑ جائیں۔ اس وصیت کا ایک فقرہ یہ ہے: ارجع فداک ابی و امّی باھل بیتک ولا یغرک اھل الکوفۃ فانھم اصحاب ابیک الذی یتمنی فراقھم بالموت او القتل ان اھل الکوفۃ قد کذبوک ولیس لمکذوب رائ۔ (ناسخ التواریخ جلد 6 کتاب 2 صفحہ 149) جلاء العیون فاضل مجلسی کے الفاظ میں اس روایت کا ترجمہ اردو میں یوں ہے:

''آپ کا پسر عم عرض کرتا ہے، میرے پدر و مادر آپ پر سے فدا ہوں۔ آپ مراجعت فرمائیے کہ میں یہاں اسیر ہو گیا ہوں اور مترصد قتل ہوں۔ یہ اہل کوفہ وہی لوگ ہیں جن کے نفاق سے آپ کے پدر بزرگوار پریشان ہو کے آرزوئے مرگ کرتے تھے''۔ (ترجمہ اردو جلاء العیون

صفحہ 141)

غرض یہ ہے کہ امام حسینؑ کوفہ کو جاتے ہوئے جب منزل ثعلبیہ پر پہنچے تو اس وقت پہلی دفعہ آپ کو اپنے پیارے چچازاد اور غریب الوطن بھائی مسلم کی شہادت کی خبر ہوئی۔ اس وقت آپ کو اس سفر کے حسرت ناک انجام کا یقین ہوگیا۔ آپ نے حضرت مسلم کے بھائیوں سے واپس ہو جانے کے لئے مشورہ کیا، لیکن انہوں نے عرض کی بخدا سوگند ہم واپس نہ جائیں گے جب تک حضرت مسلم کا بدلہ اُن اشقیاء سے نہ لیں یا جو شربت انہوں نے پیا ہے ہم بھی نوش کریں۔ (جلاء العیون صفحہ451)

اسی روایت کی تائید میں خاکسار ایک اور قدیم کتاب کے حالات کربلا سے استدلال کرتا ہے جس کا نام مقتل ابن نما ہے جس میں امام کے رجوع سفر کی خواہش صاف الفاظ میں مذکور ہے۔شہادت حضرت مسلم کی خبر سن کر لکھا ہے کہ امام حسینؑ سخت روئے اور اپنے عزیزوں کے مفقود ہونے کے رنج و افسوس کے مارے واپس ہو جانے کا ارادہ فرمایا۔ اور ایک بلدہ تک چلے گئے لیکن پھر پہلی رائے پر قائم ہو گئے اور فرمایا کہ جس پر مجھے اعتماد ہے وہی قائم رہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں: ثم اراد الرجوع حزناً وجزعاً لفقد احبته و مضیٰ الی بلدۃ ثم تاب الیہ رائہ الاول و قال علیٰ ما کنت علیه معول۔ (ابن نما صفحہ 25 مطبوعہ بمبئی)

اسی کوچ و مقام میں امام علیہ السلام نے ایک اور خط کوفیوں کو لکھا اور عبداللہ بن یقطر، اپنے رضاعی بھائی اور ایک روایت کے رُو سے قیس ابن مسہر کے ہاتھ کوفہ روانہ فرمادیا تھا۔ یہ خط بروایت کتاب اللہوف سید ابن طاؤس، اسی سلیمان بن حرد الخزاعی وغیرہ کو لکھا جن کی نسبت بروایت مقتل ابو مخنف پہلے ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ بوقت صلح امام حسنؑ سے دریافت کرنے آئے تھے کہ باوجود اس قدر لشکر و انصار کے آپ نے امیر معاویہ سے صلح کیوں فرمائی ہے۔ یہ قاصد جب کوفہ میں داخل ہوا تو کسی مخبر نے عبید اللہ بن زیاد کو مخبری کر دی وہاں تو پہلے ہی فتنہ کی آگ مشتعل ہو چکی تھی۔عبداللہ بن یقطر قاصد مذکور کو بلوا کر، ابن زیاد نے ہر چند پوچھا اور ڈرایا دھمکایا کہ بتلاؤ خط کن کن لوگوں کے نام ہے؟ مگر اُس نے خط کو تو پہلے ہی چاک کر دیا تھا نام بھی کسی کے نہ بتلائے۔ آخر قتل کر دینے کا حکم ہوا۔قتل سے پہلے اس قاصد نے خاص و عام کے سامنے کوفیوں کو بلند آواز سے خبر کر دی کہ امام حسینؑ تمہاری طرف تشریف لا رہے ہیں اور فلاں جگہ پر پہنچ گئے ہیں۔ پس انکی دعوت کو قبول کرو۔ یہ سب کیفیت ابن زیاد کے گوش گزار کی گئی۔ جب عبداللہ بن یقطر کی شہادت کا بھی امامؑ کو علم ہوگیا تو کوفیوں کی طرف سے اب آپ کو بکلی ناامیدی ہوگئی۔ اس وقت آپ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع فرمایا۔ اور ان کو حضرت مسلم اور ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کی شہادت سے مطلع کیا اور فرمایا کہ: سچ مچ ہمارے شیعوں نے ہم کو چھوڑ دیا۔تم کو بھی اختیار دیا جاتا ہے جس کو تیغ و شمشیر کی پرواہ نہ ہو وہ رہ جائے اور جو برداشت نہ کر سکے وہ چلا جائے۔ امام کا یہ جملہ کہ ہمارے شیعوں نے ہم کو چھوڑ دیا خاص قابل غور ہے۔ دو تین حوالے اس کی تصدیق کے لئے عرض کئے دیتا ہوں۔ ”ہمارے شیعوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھالیا ہے“۔ (جلاء العیون صفحہ 452) وقد خذلنا شیعتنا۔ (مقتل ابو مخنف صفحہ 25 و ناسخ التواریخ صفحہ 163 و خلاصۃ المصائب روایت ہفتم صفحہ 56) یہ حال معلوم کرتے ہی بہت سے ہمراہی جدا ہو گئے جو بقول جلاء العیون مجلسی و ابو مخنف، بطمع مال غنیمت کوفہ ساتھ ہو لئے تھے۔ اور اب صرف عیال و اطفال اور بنی ہاشم جو مکہ سے ہی آپ کے ہمرکاب تھے اور تعداد میں 72 تھے باقی رہ گئے۔

ادھر حرّ شہید جو امام کی تلاش میں کوفہ سے معہ ایک ہزار فوج کے سرگردان تھا، امام کو دو منزلیں آگے جا کر مل گیا۔ دوبدو ہوتے ہی امام نے حرّ سے پوچھا۔ ہماری نصرت کے لئے آئے ہو یا مقابلہ کے لئے؟ حرّ نے کہا، مقابلہ کے لئے۔ امام نے فرمایا: لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔ پھر کچھ دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ آخر امامؑ نے حرّ اور ساتھ کے کوفیوں کو فرمایا کہ: جو کچھ مجھ کو لکھتے رہے مراسلات میں اور قاصدوں کی زبانی کہلا کر بھیجتے رہے، اگر آپ اس کے برخلاف ہو گئے ہیں، تو میں جہاں سے آیا ہوں واپس چلا جاتا ہوں۔ ابن نما کے الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں: فانی ارجع الی الموضع الذی اتیت منه (صفحہ 23) ابو مخنف کے الفاظ: وان کنتم کارھین لقد ومی رجعت منکم الیٰ ما شئت من الارض (صفحہ 26) فاضل مجلسی کے الفاظ: اور اگر اپنی گفتار سے پھر گئے ہو اور عہد پیمان کو شکستہ کر دیا ہے اور میرے آنے سے بیزار ہو، میں اپنے وطن واپس جاتا ہوں۔ (صفحہ 454) مؤرخ ناسخ التواریخ کے الفاظ: و اگر شما رائے دگر گون کنید و عہد بشکنید وحمل بیعت از گردن فرو نہید قسم بجان من کہ از شما شگفت نباشد چہ با پدر من علیؑ و برادر من حسنؑ جز این نہ کردید فریفتہ کسے است کہ بہ عہد و پیمان شما مغرور شود۔ الخ (صفحہ 170)

یہ رسل و رسائل کا حال سن کر حر نے عرض کیا: مجھ کو اس کی کچھ خبر نہیں۔ امامؑ نے اپنی خرجین منگائی اور حر کو دکھائی۔ یہ خرجین کوفیوں کے خطوط سے بھری ہوئی تھی۔ آخر حر نے عرض کیا کہ: مجھے تو ان خطوط سے غرض نہیں، مجھے ابن زیاد نے حکم دیا ہے کہ جہاں آپ کو پاؤں جدا نہ ہوں تاوقتیکہ آپ کو ابن زیاد کے پاس نہ لے جاؤں۔حضرت نے فرمایا: جب تک زندہ ہوں یہ ذلت مجھے گوارا نہ ہوگی۔ پس اصحاب کو حکم دیا کہ سوار ہوں، جب ہودج ہائے حرم محترم اونٹوں پر بندھ گئیں، حضرت پائے مبارک رکاب میں رکھ کے سوار ہوئے کہ جب چاہا واپس جائیں۔لشکر مخالف نے راستہ روک لیا۔حضرت نے فرمایا: تیرا مطلب کیا ہے؟ حر نے کہا کہ: میں چاہتا ہوں آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں۔حضرت نے فرمایا: میں تیری اطاعت نہ کروں گا۔حر نے کہا: میں بھی دست بردار نہ ہوں گا۔ جب درمیان میں طول سخن ہوا، حر نے کہا مجھے حکم نہیں ہے کہ آپ سے جنگ کروں۔ اگر آپ کو کوفہ جانا منظور نہیں ہے تو مدینہ دوسرے راستے سے جائیے کہ میں یہ کیفیت ابن زیاد کو لکھوں، شاید کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ میں آپ سے پیشوائے بہ محاربہ مبتلا نہ ہوں۔حضرت نے بضرورت راہ قادسیہ سے جانب دست چپ توجہ کی اور وہ لشکرِ ضلالت اثر بھی ہمراہ ہوا۔ حر نے قریب امام حسینؑ کے آ کے کہا: یا حضرت آپ کو میں قسم دیتا ہوں کہ اس گروہ سے مقابلہ نہ کیجئے گا ورنہ قتل ہو جائے گا!“ الخ (جلاء العیون اردو صفحہ 454 باب 5 فصل 14)

جیسا کہ روایت مذکورہ سے ظاہر ہے۔ امام حسینؑ کو حر نے واپس تشریف لے جانے کی اجازت دے دی ہے مگر کوفی کمبخت مانع ہوئے۔ آخر مجبوراً امامؑ معہ حر اور لشکر کوفی لایونی کے کربلا میں وارد ہو گئے۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ دوسری محرم کو پہنچے اور ایک اور روایت میں لکھا ہے کہ آٹھویں محرم کو وارد ہوئے۔حر نے ابن زیاد کو سب حالات سے مطلع کیا جس پر اس نے ایک عریضہ امام کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور اس میں تحریر کیا کہ: میں نے سنا ہے کہ آپ کربلا میں اترے ہیں۔ یزید بن معاویہ نے مجھے لکھا ہے کہ آپ کو مہلت نہ دوں یا آپ سے بیعت لوں اور اگر انکار کیجئے تو یزید کے پاس بھیج دوں۔“ (جلاء العیون اردو صفحہ 456)

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ عشرہ محرم تک یزید کی طرف سے کوئی حکم ابن زیاد کے نام یا اس سے ماقبل حاکم مدینہ کے نام قتل حسینؑ کے بارہ میں صادر نہیں ہوا تھا۔ جو لوگ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یزید نے سلطنت شام پر قابض ہوتے ہی عامل مدینہ کو خط لکھا تھا کہ امام حسینؑ سے بیعت لے لو۔ اور اگر وہ انکار کریں تو انکا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو، یہ درست نہیں ہے۔خود مجلسی کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکم بیعت کے وقت سے لے کر اس وقت تک کہ بیسیوں موقعے شورش وفساد و بغاوت کوفہ و بیعت مسلم وغیرہ کے یزید کو دئے گئے۔ امام علیہ السلام کے کربلا پہنچ جانے تک اس قسم کا کوئی حکم یزید نے کسی کے نام جاری نہیں کیا تھا۔ ورنہ ابن زیاد اپنے خط میں یہ نہ لکھتا کہ یزید کا حکم یہ ہے کہ یا تو آپ سے بیعت لوں یا بصورت انکار اس کے پاس شام میں بھیج دوں۔

امام علیہ السلام نے ابن زیاد کا یہ خط پڑھ کر پھینک دیا اور قاصد کو کچھ جواب نہ دیا۔ ابن زیاد کو جب یہ حال معلوم ہوا تو بہت غضبناک ہوا اور پھر اس نے عمر بن سعد کو سرداری لشکر کی دی۔ وہ چار ہزار لشکر کوفیاں بے وفا کا ہمراہ لے کر روانہ کربلا ہوا۔عمر بن سعد مذکور نے امام کی خدمت میں پیغام بھیج کر دریافت کیا کہ: آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ امام نے جواب میں کہلا بھیجا: ”تمہارے شہر کے لوگوں نے نامہ ہائے بے شمار مجھے لکھے اور بہت مبالغہ و اصرار کر کے بلایا۔ اگر میرا آنا اب منظور نہیں ہے تو مجھے واپس جانے دو“۔ (ناسخ التواریخ صفحہ 175) امامؑ کا جب یہ جواب عمر بن سعد کو پہنچا، اس نے کہا: ”امیدوار ہوں کہ خدا مجھے محاربہ و مقاتلہ امام حسینؑ سے نجات دے۔“ پس اس نے ایک خط ابن زیاد کو لکھا اور اس میں سب حقیقت حال درج کی۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نے امام کے واپس مدینہ کو تشریف لے جانے کی سفارش بھی کی تھی۔ اس موقعہ پر علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ: ”وہ شقی راضی ہوا کہ امام حسینؑ چلے جائیں۔ مگر شمر ذی الجوشن حرامی نے ابن زیاد کو پشیمان کیا۔“ پس عمر بن سعد کو خط لکھا کہ حضرت سے کہو، معہ اصحاب بیعت کریں۔ جب یہ خط اس کو پہنچا اس نے امام حسینؑ سے وہ مضمون نہ کہلا بھیجا، اس لئے کہ جانتا تھا حضرت بیعت یزید پر راضی نہ ہوں گے۔ (دیکھو جلاء العیون صفحہ 458)

جب کہ امامؑ کربلا میں خیمہ زن ہو گئے تو مؤرخ ناسخ التواریخ لکھتا ہے کہ ایک عراقی مکہ کو جا رہا تھا۔ دیکھا کہ خیمہ کے باہر امامؑ کرسی پر بیٹھے ہیں اور خطوط کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ جب اس نے وجہ اس بے کسی اور بے وطنی کی دریافت کی تو امام نے فرمایا کہ: بنی امیّہ نے مجھے قتل کی دھمکی دی اور کوفہ والوں نے مجھے بلایا۔ دیکھو یہ ان کے خطوط ہیں۔ حالانکہ میرے قاتل یہی ہیں۔لیکن جب انہوں نے اس امر کا ارتکاب کیا اور پردہ محرمات کو چاک کیا، خداوند کریم اُن پر ایک ایسے آدمی کو مقرر کرے گا کہ وہ سب کو قتل کر دے گا اور وہ قوم بلقیس سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائیں گے۔ اصل عبارت ناسخ یہ ہے: ”بنی امیّہ مرا بیم قتل دادند۔ و مردم کوفہ مرا دعوت نمودند اینک مکاتیب ایشان است و حال آنکہ کشندہ من ایشان اند لکن گاہے کہ مرتکب این معنی شدند و پردہ محرمات و محظورات را چاک کردند۔ خداوند بر ایشاں مے گمارد کسے را کہ ہمگناں را بقتل رساند۔ و ایشاں را خوارتر از قوم بلقیس گرداند۔ (صفحہ 159)

روایت مذکورہ سے ظاہر ہے کہ خود حضرت سید الشہداء علیہ السلام اپنے قتل کا باعث کوفیوں کی دعوت کو قرار دیتے ہیں اور خاکسار راقم کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ یزید کی طرف سے کوئی حکم قتل ابن زیاد کو نہیں دیا گیا۔

جیسا کہ بروایت ناسخ التواریخ وغیرہ کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ جب ایک شخص زجر بن قیس نے دمشق میں اہلبیت کرام کے پہنچنے پر یزید کو فتح معرکہ کربلا کی جاکر خوشخبری سنائی تو یزید دیر تک حیران و خاموش رہا۔ پھر کہا اگر حسینؑ سے سوائے قتل کے بیعت لیتے تو میں زیادہ راضی ہوتا اور اگر میں آپ ان کے پاس ہوتا تو ان سے درگزر کرتا۔ اصل الفاظ یہ ہیں: یزید لختے سرفروداشت وسخن نہ کرد وپس سر برآورد وگفت قد کنت ارضی من طاعتکم بدون قتل الحسینؑ اما لوکنت صاحب لعفوت عنہ اگر من حاضر بودم حسین را معفو میداشتم۔ صفحہ 269

بالغ نظر ناظرین کو اسی قدر اختصار سے معلوم ہو جائے گا کہ ایک عاجز ہیچمدان خادم حسینؑ نے اپنے مخدوم امام حسینؑ مظلوم کے کوائف شہادت کی تحقیق میں کہاں تک سچے معلومات بہم پہنچائے ہیں۔ رسالہ تحقیقی واقعات میں اسی قسم کی تحقیق و تنقید ہے۔ اگر یہ مفید خدمت ہے تو خدا مجھ کو توفیق دے کہ اس رسالہ کی تالیف سے جلدی فارغ البال ہوں۔ اس رسالہ تحقیق سے میری ہرگز یہ غرض نہیں ہے کہ کسی فریق کی دل آزاری ہو بلکہ محض اظہار امر حق مقصود ہے۔ اور بس خداوند کریم ہم کو حق اور باطل میں تمیز کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدٰی

خاکسار خادم حسینؑ خادم بھیروی احمدی

(مرسلہ: طاہر محمود مبشر صاحب استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

دوسرے مسلمان ممالک کے خلاف لڑنے کے لئے بھیک مانگتے ہیں۔ اب گزشتہ دنوں امریکہ کے صدر نے جو ایران کے خلاف دوبارہ پابندیاں لگانے کا ایک اعلان کیا اور اس کے اوپر کام ہو رہا ہے اس پہ سارا یورپ، یورپی یونین، دوسرے ممالک اس کے خلاف ہیں۔ اور یہاں انگلستان میں ایک انگریز کالم لکھنے والے نے لکھا کہ امریکہ کے صدر کی اس حرکت پر ساری دنیا خلاف ہے سوائے تین ممالک ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ امریکہ بڑا اچھا کر رہا ہے۔ ایک تو امریکہ خود، ایک اسرائیل اور ایک سعودی عرب۔ اب سعودی عرب مسلمان ملک کے خلاف ایک غیر مسلم ملک کو جنگ کرنے کی اجازت دے رہا ہے بلکہ اس کا ساتھ دے رہا ہے۔ تو یہ حالات ہیں مسلمانوں کے۔ اور اسی کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کھینچا ہے کہ تم لوگ تو پھٹے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کس طرح حاصل کر سکتے ہو۔

اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ حقیقی نیکی انسان کس طرح کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو انسان کس طرح حاصل کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات سے کس طرح فیضیاب ہوسکتا ہے۔ اور آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ انعامات کس طرح ملے؟ آپ کے خلاف یہ فتوے دیئے جاتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے انحراف کرنے والے ہیں۔ آپ اسلام کی تعلیم سے ہی انحراف کرنے والے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’مَیں سچ کہتا ہوں (اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں) کہ کوئی شخص حقیقی نیکی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی رضا کو پانے والا نہیں ٹھہر سکتا اور ان انعام و برکات اور معارف اور حقائق اور کشوف سے بہرہ ور نہیں ہوسکتا جو اعلیٰ درجہ کے تزکیہ نفس پر ملتے ہیں‘‘۔ (اعلیٰ درجہ کا جو تزکیہ نفس ہوتا ہے ایک مقام پر انسان پہنچتا ہے تبھی اللہ تعالیٰ سے انعامات و برکات ملتے ہیں۔ کشوف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے مکالمہ ہوتا ہے)۔ فرمایا کہ ’’جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتّباع میں کھویا نہ جائے اور اس کا ثبوت خود خدا تعالیٰ کے کلام سے ملتا ہے: قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ اور خدا تعالیٰ کے اس دعویٰ کی عملی اور زندہ دلیل‘‘ آپ فرماتے ہیں کہ ’’مَیں ہوں‘‘۔ (ملفوظات جلد1 صفحہ 204۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔ اس زمانے میں مجھ سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس لئے کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں کھویا گیا۔ آپ کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ نے پھر محبت کا سلوک کیا۔

(خطبہ جمعہ 20/ اکتوبر 2017ء)

ضروری درخواست برائے اطلاعات و اعلانات

قارئین کرام بخوبی جانتے ہیں کہ روزنامہ الفضل کا آغاز سے ہی یہ حسن اور خوبی رہی ہے کہ شادی، نکاح، پیدائش، کامیابی، صحت یابی یا وفات کی اطلاعات و اعلانات بغرض دعا شائع کر کے دنیا بھر کے احمدی حضرات کو ایک دوسرے سے باخبر رکھتا ہے۔

اب جبکہ آن لائن ہونے سے اس کے استفادہ کا دائرہ کار وسعت اختیار کر کے دنیا بھر میں پھیل چکا ہے اور یوں دعا کا فیض بھی تمام دنیا میں بسنے والے احمدی حضرات سے ملنا شروع ہوگیا ہے۔ اس لئے قارئین سے درخواست ہے کہ وہ شادی بیاہ، نکاح، پیدائش، کامیابی کے علاوہ بیمار عزیزوں کی صحت یابی یا وفات کے اعلانات بھجوائیں۔ اگر نکاح، نمایاں کامیابی یا وفات کی اطلاع کے ساتھ میل حضرات کی تصویر بھی بھجوائیں تو ادارہ ممنون احسان ہو گا نیز پیدائش پر New born baby اور تکمیل قرآن پر بچوں کی فوٹوز بھی اعلانات کے ساتھ درج ذیل ایڈریس پر بھجوائیں۔ اپنی آراء سے بھی ادارہ کو آگاہ کریں تا ان کی روشنی میں اخبار کو آپ کے لئے بہتر بنایا جا سکے۔ (تمام اعلانات ورڈ فارمیٹ اور ٹائپ شدہ ہوں)۔

info@alfazlonline.org

روزنامہ الفضل اور تمام اراکین عملہ کے لئے قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔

(ادارہ)

جنت کا دروازہ

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:۔

قابل رشک ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور پھر اس کے برمحل خرچ کرنے کی غیر معمولی توفیق اور ہمت بخشی۔ (بخاری)

پھر فرمایا۔

جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام ’’باب الصدقہ‘‘ ہے جہاں سے صدقہ وخیرات کرنے والے داخل ہوں گے۔ (مسلم)

احباب وخواتین سے گزارش ہے کہ وہ اپنے صدقات / عطیہ جات فضل عمر ہسپتال کی مدد امداد نادار مریضان اور مد ڈویلپمنٹ میں جمع کروا کر دکھی انسانیت کی خدمت میں اپنا حصہ ڈالیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

ہمدردی مخلوق

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔‘‘

مخلوق خدا کی ہمدردی اور ان کی خدمت کا ایک موقع اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص بیمار ہو جائے۔ بیماروں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو فضل عمر ہسپتال میں دور ونزدیک سے آتی ہے لیکن وہ اپنا علاج معالجہ خود کروانے کی استطاعت نہیں رکھتی۔ احمدی احباب و خواتین کے عطیات کے ذریعہ ہی انہیں علاج کی ہر ممکن سہولت فراہم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن سب ضرورت مندوں کیلئے یہ خدمت بجالانا احباب جماعت کے خاص تعاون سے ہی ممکن ہے احباب و خواتین سے گزارش ہے کہ وہ اپنے عطایا جات ہسپتال کی مد امداد نادار مریضاں اور مد ڈویلپمنٹ میں بھجوا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

محرم الحرام

(حسان محمود۔ کراچی)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ترجمہ: یقیناً اللہ کے نزدیک، جب سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اللہ کی کتاب میں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہی ہے۔ اُن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہ ہے قائم رہنے والا دین۔ پس ان (مہینوں) کے دوران اپنی جانوں پر ظلم نہ کرنا۔ اور (دوسرے مہینوں میں) مشرکوں سے اکٹھے ہو کر لڑائی کرو جس طرح وہ تم سے اکٹھے لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ (توبہ: 36)

ہمارے آقا ﷺ نے اس خطبہ حجۃ الوداع میں نصیحت فرمائی کہ ''خبردار! میرے بعد تم گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو'' اس نصیحت سے قبل آنحضرت ﷺ نے حرمت والے مہینوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ان اقوال میں در اصل ایک پیشگوئی مضمر ہے کہ امت میں ایک وقت ایسا آئے گا جب محرم الحرام کی حرمت کو پامال کرتے ہوئے ایک گروہ میرے اہل بیت کا خون بہائے گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی یہ پیشگوئی سن محرم 61ھ میں بعینہ پوری ہوئی جب نواسۂ رسول حضرت حسینؓ کو کربلا کے مقام پر مع اپنے عیال کے شہید کیا گیا۔

کیا واقعہ کربلا سے اسلام زندہ ہوا؟

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے ایک غیر از جماعت دوست نے مجلس عرفان میں شعر کے ایک مصرعہ ''اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد'' کے متعلق سوال کیا کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد اسلام کو زندگی ملی۔ آپ کا اس بارہ میں کیا نظریہ ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ''ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام اس وقت زندہ ہو چکا تھا اور ہمیشہ کے لئے زندہ ہو چکا تھا جب قرآن تکمیل کو پہنچا ہے اور جب آنحضرت ﷺ کو آخری شارع نبی کے طور پر ہمیشہ کے لئے دنیا کا نمونہ بنا دیا گیا۔ اس لئے واقعہ کربلا نے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے فائدہ نہیں پہنچایا۔ نقصان پہنچایا ہے اور گہرا نقصان پہنچایا ہے کیونکہ دنیا کے سب سے بڑے محسن کے ساتھ احسان فراموشی کا سلوک کیا گیا ہے اور آپ کی اولاد سے محبت سے پیش آنے اور عزت سے پیش آنے کی بجائے اس کی بے حرمتی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح مذہب کو زندہ نہیں کیا کرتا کہ اپنے پیاروں کی بے عزتیاں کروا کر اپنے مذاہب کو زندہ کروائے..... اسلام کی زندگی کا تعلق رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم اور وہ صحابہ جو آپ نے پیدا کئے ان کے اخلاق، ان کے اعمال حسنہ سے ہے اور یہ کسی واقعہ کربلا کا محتاج نہیں ہے۔

واقعہ کربلا سے پہلے بھی تو میدان جنگ میں مسلمانوں کو قربانیاں دینی پڑی ہیں اور رسول اللہ ﷺ خود ایک موقع پر اتنے زخمی ہوئے کہ دشمنوں نے اعلان کر دیا کہ شہید ہو گئے۔ انہوں نے شہید نہیں کہا، قتل کر دیا کہا (نعوذ باللہ)۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن کریم نے اس طرح پیش فرمایا ہے کہ اس سے بہت نقصان پہنچا ہے، تکلیف ہوئی ہے اور استغفار کرنا چاہیئے ان لوگوں کو جو اس واقعہ کے شاہد ہیں۔ اور اس کے نتائج سے اللہ نے محض اپنے رحم سے بچالیا۔ تو رسول اللہ ﷺ کی قربانی شہادت سے تو اتنا نقصان پہنچا تھا کہ قرآن کریم نے اس کا ذکر کیا ہے اور اپنے فضل کا اظہار فرمایا کہ خدا کا فضل نہ ہوتا تو وہ تمہیں نہ بچاتا لیکن رسول اللہ ﷺ کے نواسوں کی شہادت سے اسلام زندہ ہو گیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

پھر واقعہ کربلا میرے نزدیک انتہائی دردناک واقعہ ہے۔ اس پر مسلمانوں کو استغفار کرنا چاہیئے اور پہلوں کے لئے بھی استغفار جائز ہے اور آئندہ والوں کے لئے بھی استغفار جائز ہے۔ قرآن کریم تعلیم دیتا ہے۔ کہ اپنے آباؤ اجداد کے لئے بھی استغفار کرو۔ پس میرا تو یہ ردّ عمل ہے کہ جب میں یہ دردناک واقعہ پڑھتا ہوں تو استغفار کرتا ہوں ان لوگوں کے لئے بھی جنہوں نے ظلم کیا ہے اگر وہ آنکھیں کھول کر ظلم کرنے والے ہیں تو میرا یہ عقیدہ ہے کہ ایسے لوگوں کو سزا کے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا لیکن اگر غلطیاں ہوئی ہیں یا دونوں طرف سے غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں تو اس معاملہ میں ہمیں بحث نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ انہوں نے ہمارے سامنے نہیں پیش ہونا اور اس لئے بھی کہ تاریخ پر اتنے ابہام کے پردے ہیں۔ شیعہ روایتیں، سنی روایتیں اور اسناد الگ الگ اور واقعہ ایک لیکن مختلف طریق سے بیان ہوا۔ اس لئے ان باتوں پر جج بیٹھنے کا کس کو حق ہے جبکہ ہمارے فیصلے سے فرق بھی نہیں پڑنا فیصلہ اللہ نے کرنا اور قیامت کے بعد کرنا ہے۔ تو فضول بحثوں میں امت کو پھاڑا جائے، اختلاف کیا جائے یہ اپنے نقصان کے علاوہ کچھ نہیں آپ کو دے گا۔ اس لئے میں نے کہا تھا کہ نقصان زیادہ ہوا ہے۔ امت بیچ میں سے پھٹ گئی اور اگر ایک امت شیعہ سنی دو امتوں میں نہ بدلتی تو آج اسلام کی ترقی کہیں سے کہیں پہنچ جاتی تھی۔ بہت بڑے نقصان امت میں شیعہ سنی اختلاف کی وجہ سے ہوئے۔ ہلاکو خان کا حملہ ہوا اور اسی طرح کے بہت سے نقصان پہنچے جن پر تاریخ گواہ ہے۔ جس کی بنیادی وجہ شیعہ سنی اختلاف تھا۔

اس لئے میرے نزدیک اگر آپ اجازت دیں۔ معذرت کے ساتھ میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ اسلام زندہ ہوا ہے۔ اس واقعہ سے اسلام کی زندگی کو سخت صدمہ پہنچا ہے اور اس کے نقصان آج تک ہم دنیا میں دیکھ رہے ہیں''۔

(مجلس عرفان از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

25 اگست 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	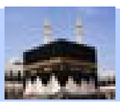	04:43	18:43
مدینہ منورہ	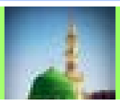	04:39	18:47
قادیان	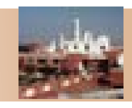	04:34	19:01
ربوہ	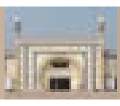	04:14	18:41
اسلام آباد ٹلفورڈ		04:36	20:03